اخبارِ اُمت

اسرائیل کے ۶۰ سال

فیض احمد شہابی°

اسرائیل کے ناجائز قیام کو ۶۰ سال ہو گئے۔ اِس کی پوری تاریخ ظلم و جبر، نسل کشی، ناجائز قبضے اور مذاکرات کی فریب کاریوں پر مشتمل ہے۔ اسرائیل میں آج تک جو کچھ ہوتا رہا ہے یا اب جو کچھ غزہ اور مغربی کنارے میں ہو رہا ہے، اُسے انسانیت کے خلاف جرم ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسرائیل نے اقوام متحدہ کی کسی قرار داد، امن فارمولے، بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کو تسلیم نہیں کیا۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران جرمنی کے ہاتھوں ۶۰ لاکھ یہودیوں کے قتلِ عام کے افسانے گھڑ کر دُنیا کو فریب دیتے ہوئے مظلومیت کی داستانیں سنائیں اور پھر فلسطین کا رُخ کرتے ہوئے اُس پر قبضہ کر لیا۔

دُنیا کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہودیوں کے ہاتھوں دیریاسین کے قتلِ عام کو بھی ۶۰ سال ہو گئے ہیں۔ ۳۰۰ فلسطینی مردوں، عورتوں اور بچوں پر مشتمل یہ بستی ہاگانہ (Hagana) دہشت گردوں کے ہاتھوں راتوں رات صفحۂ ہستی سے اِس طرح مٹی کہ اب وہاں کھنڈرات کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ ’مہذب‘ مغربی حکومتیں دیریاسین کی بربریت پر آج تک خاموش ہیں، جب کہ یہ فلسطینیوں کے قتلِ عام کا پہلا بڑا واقعہ تھا۔ ایک معروف اسرائیلی مورخ ایلان پاپ (Ilan Pappe) نے جو ۲۰۰۷ء تک حیفا یونی ورسٹی میں پروفیسر رہے ہیں، اپنی ایک کتاب فلسطینیوں کا نسلی صفایا

° ریسرچ اسکالر، ادارہ معارف اسلامی، لاہور

(The Ethnic Cleansing of Palestine) میں لکھتے ہیں:

دسمبر ۱۹۴۷ء سے جنوری ۱۹۴۹ء تک فلسطینیوں کا مسلسل ۳۱ بار قتلِ عام ہوا۔ یہودیوں نے فلسطینیوں کی ۴۱۸ بستیاں صفحۂ ہستی سے مٹادیں۔

ایلن پاپ حماس کی تحریکِ مزاحمت کے حامی ہیں۔ وہ صہیونیوں کو کھلّم کھلاّ نوآبادکار کہتے ہیں۔ وہ اسرائیل کو ایک جمہوری ریاست نہیں سمجھتے۔ ۲۰۰۷ء میں اُنھیں یونی ورسٹی سے استعفا دینے پر مجبور کیا گیا۔ جنوری ۲۰۰۸ء میں ایلن پاپ نے مانچسٹر میٹروپولیٹن یونی ورسٹی (MMU) میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

جس طرح سے فلسطینیوں کا نسلی صفایا ہوا ہے، وہ ناقابلِ فراموش ہے۔ اِسے نوآبادکاری کے جبر کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ دُوسری جنگِ عظیم کے بعد اسرائیل نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت قتلِ عام کر کے نصف سے زیادہ فلسطینیوں کو اُن کے گھروں سے نکالا جو اب دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

مغرب کے کئی معروف دانش ور ایلن پاپ کو ایک 'بہادر مورخ' کہتے ہیں۔

اسرائیل دُنیا کی واحد ریاست ہے جو نسلی تفریق پر قائم ہے۔ عربوں کی زندگیاں اِتنی سستی اور اِتنی بے مایہ ہیں کہ ایک اسرائیلی کے قتل کے بدلے میں درجنوں فلسطینی بم باری کے ذریعے اُڑا دیے جاتے ہیں۔ ۶۰ برس گزرنے کے باوجود اسرائیل خوف و ہراس کا اِس حد تک شکار ہے کہ سڑکوں اور گلیوں پر جگہ جگہ کلوز سرکٹ کیمرے اور میٹل ڈی ٹیکٹر نصب ہیں۔ ہر اسرائیلی کے لیے، چاہے وہ مرد ہے یا عورت، ملٹری سروس لازمی ہے۔ اسرائیل نے امن و آشتی کے راستے کا انتخاب کبھی نہیں کیا۔ اِس کے پاس امریکا کا دیا ہوا وافر اسلحہ موجود ہے۔ لیکن ۲۰۰۶ء میں حزب اللہ نے اسرائیل کو پسپا کر کے ثابت کر دیا کہ وہ کوئی ناقابلِ تسخیر قوّت نہیں ہے۔ اب وہ غزہ میں حماس سے پنجہ آزمائی کر رہا ہے، لیکن وہ اِس کی راکٹ باری کو روکنے میں ناکام ہو چکا ہے۔

یہودیوں کی اکثریت یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ اسرائیل اُن کے لیے کبھی خطۂ امن نہیں بن سکتا۔ دُوسرے انتفاضہ کے بعد سے اب تک کے آٹھ برسوں میں ۱۱۰۰ اسرائیلی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اِسی دوران ۴۸۰۰ فلسطینی بھی جاں بحق ہوئے ہیں، لیکن اسرائیل اُن کے عزم کو شکست دینے

میں ناکام ہوا ہے۔ غزہ کو ایک 'اوپن جیل' کہا جاتا ہے جس میں ۱۵ لاکھ قیدی فلسطینی بھوکوں مر رہے ہیں۔ باقی رہے مغربی کنارے کے فلسطینی، تو وہ اسرائیلی بستیوں کے محاصرے میں آچکے ہیں۔ اب اُن کی اپنی فلسطینی اتھارٹی اسرائیل سے اُن کا سودا کرنے یا اُنھیں خود ہی ٹھکانے لگانے میں مصروف ہے۔ نام نہاد مذاکرات کے باوجود مغربی کنارے پر اسرائیلی بستیاں کم ہونے کے بجاے بڑھ رہی ہیں اور فلسطینی سر چھپانے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ تعلیم اور صحت کی سہولیات دینا تو دُور کی بات ہے، مغربی کنارے اور غزہ کے فلسطینی پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے ہیں، جب کہ اسرائیلی تازہ پانی کے سوئمنگ پولوں میں نہاتے ہیں۔ اِن حقائق سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسرائیل غیر یہودیوں کے لیے کتنا ظالم ہے۔

۲۰۰۶ء سے مغربی کنارے پر القدس کے ساتھ ساتھ دیوارِ برلن کے نمونے پر ایک دیوار بنائی جارہی ہے۔ دیوارِ برلن ۱۵۵ کلومیٹر طویل اور تین سے ۶ میٹر اُونچی تھی۔ جب کہ مغربی کنارے کی دیوار ایک ہزار کلومیٹر طویل اور ۸ میٹر اُونچی ہوگی۔ یہ چاند سے نظر آنے والی دیوارِ چین کے بعد دُوسری طویل دیوار ہوگی۔ اِس کے ساتھ ایک دفاعی سڑک اور ٹاور تعمیر ہوں گے۔ فلسطینیوں نے اِسے جدار الفصل العُنصری، یعنی نسلی منافرت کی دیوار کا نام دیا ہے۔ انگریزی میں اِسے Apartheid Wall کہا جاسکتا ہے۔ اسرائیل اِس دیوار کو اگلے دو برسوں میں مکمل کرنا چاہتا ہے۔ اِس کی تعمیر کے لیے راستے میں آنے والے فلسطینیوں کے باغ اُجاڑ دیے گئے اور اُن میں کھڑے زیتون کے لاکھوں درخت کاٹ دیے گئے۔ اسرائیل نے مغربی کنارے پر سڑکوں کا ایسا الگ تھلگ نظام قائم کیا ہے کہ وہاں فلسطینی نہ تو سفر کرسکتے ہیں اور نہ ہی گاڑی چلا سکتے ہیں۔ اِس جبری تقسیم کا مطلب القدس سمیت فلسطینی شہروں اور اُن کی زرخیز زمینوں پر مستقل قبضہ کرنا ہے۔ آج ۹۰ فی صد فلسطین پر اسرائیل کا ناجائز تسلّط قائم ہے۔ شام کی جولان کی پہاڑیاں اور لبنان کے شبعاء فارمز اُن کے علاوہ ہیں جنھیں وہ ضم کرچکا ہے۔ حالانکہ ۱۹۴۷ء کی اقوامِ متحدہ کی قرارداد میں فلسطینیوں کو ۴۵ فی صد علاقہ دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

اسرائیل کا دیمونہ (Dimona) جوہری ری ایکٹر النقب (Negev) کے دشت میں قائم ہے جہاں یورینیم دستیاب ہے۔ یہ ری ایکٹر فرانسیسی ایٹمی توانائی کے تکنیکی تعاون سے ۱۹۶۳ء

میں مکمل ہوا۔ ان میں وہ فرانسیسی، مفرور جرمن اور یہودی سائنس دان شامل تھے جو ایٹم بم بنانے والے امریکی مین ہٹن پروجیکٹ میں کام کر چکے تھے۔ اسرائیل غیر علانیہ طور پر ایٹم بم بنا چکا ہے۔ وہ ہزاروں ٹن مہلک جوہری فضلہ غزہ کی پٹی میں کم گہرائی پر دفن کرتا رہا ہے۔ دیمونہ ری ایکٹر روس کے چرنوبل پلانٹ کی طرح بوسیدہ ہو چکا ہے۔ بی بی سی کی ایک دستاویزی فلم کے مطابق اسرائیل کے جوہری ری ایکٹر میں دراڑیں پڑ چکی ہیں جو کسی بھی وقت پھٹ کر مصر سے اُردن تک تباہی پھیلا سکتا ہے۔

تل ابیب اسرائیل کی ۶۰ ویں سالگرہ کے علاوہ اپنی صد سالہ تقریبات منانے کی تیاریاں بھی کر رہا ہے۔ یہ شہر ۱۹۰۹ء میں یافا کے پہلو میں بحیرۂ رُوم کے کنارے آباد کیا گیا تھا۔ یہ اِس وقت کی عثمانی حکومت کی فراخ دِلی کا کھلا ثبوت ہے کہ اُس نے یہودیوں کو ایک نیا شہر بسانے کی اجازت دی۔ تل ابیب ۵۱ مربع کلومیٹر میں پھیلا ہوا ہے۔ اِس کی آبادی ۳۰ لاکھ سے زائد ہے۔ یہودی اِسے اسرائیل کا نیویارک کہتے ہیں۔ پہلے اِس کا نام صہیونیوں کے باوا آدم تھیوڈور ہرزل کے نام پر ہرزلیا (Herzliya) بھی تجویز ہوا تھا۔

اِس وقت اسرائیل کی مجموعی آبادی ۷۱ لاکھ سے زائد ہے۔ اِس میں یہودیوں کی تعداد ۵۴ لاکھ ہے۔ مقبوضہ مغربی کنارے، مشرقی القدس اور جولان میں سیکڑوں یہودی نوآبادیات قائم ہیں۔ ویسٹ بنک میں ۲۴۲ نوآبادیات ہیں جن میں ایک لاکھ ۸۷ ہزار نوآبادکار لاکر بسائے گئے ہیں۔ مشرقی القدس میں فلسطینیوں کی زبردست مزاحمت کے باوجود ۲۹ نوآبادیات قائم ہو چکی ہیں جن میں ایک لاکھ ۷۷ ہزار یہودی رہتے ہیں۔ جولان کی پہاڑیوں پر ۴۲ نوآبادیات ہیں اور یہودی آبادکاروں کی تعداد ۲۰ ہزار ہے۔ اسرائیل نے حال ہی میں یہ عندیہ دیا ہے کہ اگر شام حزب اللہ، حماس اور اسلامک جہاد سے تعاون نہ کرنے کی یقین دہانی کرا دے تو وہ جولان کی واپسی کے لیے مذاکرات کر سکتا ہے۔

اسرائیل امریکا کا بغل بچہ ہے۔ اِسے امریکا سے ہر سال ایک بلین ارب ڈالر سے زائد بلاواسطہ معاشی امداد مل رہی ہے۔ اربوں ڈالر پر مشتمل امریکی یہودیوں سے ملنے والے فنڈ اِس کے علاوہ ہیں۔ آئی ایم ایف کے مطابق ۲۰۰۶ء میں اسرائیل کی خام قومی آمدنی ۱۹۵ ارب ڈالر تھی۔

اِسی ذریعے کے مطابق ۲۰۰۷ء میں اسرائیلی کی فی کس آمدنی ۳۱,۷۶۷ ڈالر سالانہ تک بڑھ چکی تھی۔ دُوسری طرف فلسطینی ہیں جن کا پرسان حال کوئی نہیں۔ اپریل ۲۰۰۸ء میں عالمی بنک نے رپورٹ دی کہ اسرائیلی پابندیوں کی وجہ سے مغربی کنارے کے فلسطینی غربت کے چنگل میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق فلسطینیوں کی نقل وحرکت کو محدود رکھنے کے لیے مسلسل چیک پوسٹیں تعمیر کی جارہی ہیں۔ مارچ ۲۰۰۸ء تک مغربی کنارے میں ۵۴۶ چیک پوسٹیں بن چکی تھیں۔ اِس امتیازی سلوک سے مغربی کنارے کی معیشت بدترین دَور سے گزر رہی ہے۔ یہاں کی نصف فلسطینی آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ غزہ کا حال نام نہاد یہودی انخلا کے باوجود بہت پتلا ہے۔ یہاں کی پوری ۸۰ فی صد آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ واضح رہے کہ غزہ کی آبادی ۱۵لاکھ ۳۷ہزار، جب کہ مغربی کنارے کی فلسطینی آبادی ۲۶لاکھ ۱۱ہزار ہے۔

فلسطینیوں کے خون سے سرخ اسرائیل نہایت بے شرمی کے ساتھ اپنی ۶۰ ویں سالگرہ منا رہا ہے۔ مال و دولت کی ریل پیل کے باوجود اسرائیل کا حکمران طبقہ مالی و اخلاقی بدعنوانی اور روایتی یہودی بددیانتی میں ملوّث ہے۔ اسرائیلی صدر موشے کتساف پر صدارتی دفتر کی خواتین سے زیادتی کا، موجودہ وزیراعظم اولمرٹ پر مالی بدعنوانی اور بدعنوان کابینہ بنانے کا اور نائب وزیراعظم لیبرمین پر خواتین کو چھیڑنے کا الزام ہے۔ پولیس اِن کیسوں کی تحقیقات میں مصروف ہے۔ نومبر ۲۰۰۷ء میں ۲۰ سے زائد مقامات پر چھاپے مار کر سرکاری ریکارڈ قبضے میں لیے گئے، اِن میں وزارتِ صحت وتجارت شامل تھی۔

اسرائیل کا تحریری دستور مختلف تنازعات کے باعث آج تک وضع نہیں ہوسکا۔ اِس تنازع کے پیچھے عرب نہیں، بلکہ وہ یہودی ہیں جو آج تک اسرائیل کی صہیونی یا سیکولر حیثیت کا تعین نہیں کرسکے۔ یہ وہ نام نہاد ریاست ہے جو پورے مشرق وسطیٰ میں جمہوریت کی اکیلی دعوے دار ہے۔ دُنیا کے دساتیر میں تمام شہریوں کو مساوی حقوق دیے گئے ہیں، مگر اسرائیلی دستور کے لیے یہ شق متنازع ہے۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے اکثر ارکان اِس مساوات کے مخالف ہیں، کیونکہ اِس سے یہودی دُوسرے غیر یہودی شہریوں کے مساوی ہوجائیں گے۔ اِس وقت ۱۹۴۸ء کے ایک بنیادی قانون کے تحت حکومت چلائی جارہی ہے۔

اسرائیل کی ۶۰ سالہ تقریبات میں صدومی بھی حصہ لیں گے، کیونکہ صدومیت یہودی کلچر کا تاریخی حصہ ہے۔ اِس سلسلے میں اگست میں عالمی فخر (World Pride) کے نام سے ہم جنس پرستوں کی پریڈ مشرقی یروشلم میں ہوگی۔ کئی یہودی ربیوں، عیسائی پادریوں اور مسلم علما نے اپنے بیانات میں کہا ہے کہ وہ علانیہ گناہ کا مظاہرہ کر کے خدا کے غضب کو نہ بھڑکائیں۔

امریکا میں اسرائیل کی ۶۰ سالہ تقریبات کا سلسلہ فروری سے جاری ہے۔ اِس سلسلے میں واشنگٹن سکوائر میں ایک بڑے مخلوط رقص کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ امریکا کے یہودی طلبہ نے امریکی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اُنھیں اسرائیل کی طرح یہاں بھی ہتھیار رکھنے اور فوجی تربیت لینے کا حق دیا جائے۔ اسرائیلی تقریبات منانے کے لیے امریکی یہودی اور یہودنواز تنظیمیں چندے اکٹھے کر رہی ہیں۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کے مطابق اسرائیل اپنے برتھ ڈے بجٹ کے لیے ۲۸ ملین ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ دُوسری جانب فلسطین کا زخم مندمل ہونے کے بجاے گہرا ہوتا جا رہا ہے۔ یہودی اور امریکی اسرائیل کے یومِ تاسیس ۱۴ مئی کو جس ڈھٹائی سے بھی منانا چاہیں، اُنھیں کوئی نہیں روک سکتا۔ لیکن اُنھیں اِس موقع پر اپنے ضمیر کے اندر جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ وہ جس اسرائیل کی تقریبات منا رہے ہیں، اُس کی بنیاد فلسطینیوں کی کھوپڑیوں پر رکھی گئی ہے۔ ۱۴ مئی یومِ تاسیس نہیں، بلکہ 'یومِ نکبہ' یعنی مصائب کے آغاز کا دِن ہے۔